نسیم حجازی

کوہ پیکر انسان
نقیب آزادی و حریت

اگر ہم ماضی کی طرف دیکھیں تو ہماری آزادی کی شاہراہ ربع صدی قبل کے ان تنگ و تاریک اور ناہموار راستوں سے جاملتی ہے جہاں چند اولوالعزم انسان درماندہ مسافروں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ کبھی ان کی شعلہ نوائی سے مردہ زندگی کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے اور اپنے حال سے پریشان اور مستقبل سے مایوس مسافر یکایک نئے حوصلوں اور ولولوں سے سرشار ہو کر ان کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں اور کبھی کڑی آزمائشوں کے دور میں ان کے پیچھے چلنے والے قافلوں کی ہمت جواب دے جاتی ہے لیکن ان کوہ پیکر انسانوں کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آزادی کی تمنا کرنے کے جرم کی پاداش میں ان کے لئے قید خانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ لیکن ہر مصیبت ہر ناکامی اور ہر آزمائش ان کے سینے میں امیدوں کے نئے چراغ روشن کرتی ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرنگی استبداد کے خلاف اس وقت علم بغاوت بلند کیا تھا جب سلطنت برطانیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آزادی کی خواہش ایک دیوانے کا خواب سمجھی جاتی تھی۔ مرحوم برصغیر کے وہ بے مثال خطیب تھے جن کی شعلہ نوائی نے کروڑوں انسانوں کے دلوں میں آزادی کا ولولہ پیدا کیا تھا ان کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ رات جس میں انہوں نے سفر کا آغاز کیا تھا کس قدر تاریک تھی اور ایمان و یقین محکم کی وہ قندیل جو انہوں نے بلند کی تھی کس قدر تابناک تھی اگر ان کے راستے میں آلام و مصائب کے پہاڑ کھڑے تھے تو انہوں نے کس قدر جرأت اور پامردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا تھا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی کا مقصد کروڑوں انسانوں کو آزادی کی تڑپ عطا کرنا تھا اگر ہم آزادی کے ایک نڈر مبلغ کی حیثیت سے ان کے حالات پر غور کریں تو ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک عظیم انسان تھے ہمیں ان کے طریق کار سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن کوئی بھی ان کی عظمت سے انکار نہیں کرسکتا آنے والی نسلیں جب برصغیر پاک و ہند کی آزادی کی تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق اکٹھا کریں گی تو اس وقت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فراموش نہیں کرسکیں گی۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے بہترین سال قید و بند کی صعوبتوں میں گذارے تھے۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مرحوم پاکستان کے لئے جدوجہد کے "آخری مراحل میں" اگر تحریک پاکستان کے ساتھ نہیں تھے۔ تو پاکستان کے مخالفین سے بھی الگ تھلگ ہوگئے تھے۔ میں نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں بلوچستان اور سندھ کے ضلع جیکب آباد میں اپنی مصروفیات سے چند ہفتے نکال کر پنجاب میں اپنے آبائی علاقے گورداسپور کا بھی دورہ کیا تھا اور مجھے ایک ایک دن میں متعدد مقامات پر تقریریں کرنا پڑتی تھیں، ان ہی ایام میں محترم سید صاحب بھی اس علاقے کا دورہ کر رہے تھے تو مجھے یہ الجھن محسوس ہوتی تھی کہ کانگریسی علماء کے خلاف میں جس طرح بولا کرتا تھا، کہیں عطاء اللہ شاہ صاحب کی موجودگی میں وہی لب و لہجہ مجھے نہ

اختیار کرنا پڑے، جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ شاہ جی نے کانگریس کے کسی جلسے میں تقریر کرنے سے انکار کردیا تھا (اسکے باوجود کہ کانگریس کے صوبائی صدر مولانا داؤد غزنوی وہاں مزدوروں کے حلقے سے کھڑے ہوئے تھے) تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ ان سے ایسی بات غیر متوقع نہ تھی بعض لوگ جوان کی نجی محفلوں میں بیٹھا کرتے تھے تووہ مجھے ایسی خبریں دیا کرتے تھے کہ شاہ جی اس دور میں تحریک پاکستان کی مخالفت سخت ناپسند کرتے تھے۔

شاہ جی کی سیاسی زندگی کا انتہائی درخشاں پہلو انگریز سے نفرت تھی اور اگر ہم حقیقت پسندی سے برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور لارڈ کلائیو سے لے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن تک کے دور کے سامراجی مظالم کا تجزیہ کریں تو یہ معاملہ سمجھ میں آجائے گا کہ شاہ جی کی انگریز کے خلاف یہ آواز، ایک مرد مومن کے دل کی گہرائیوں سے نکلتی تھی۔ جب میں گزشتہ صدی پر نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ آزادی کا قافلہ (جس کے قدموں کے نشان صدیوں کے گرد و غبار میں روپوش ہوچکے ہیں) اس وقت نئے حوصلوں اور تازہ ولولوں کے ساتھ تنگ و تاریک اور ناہموار راستوں پر نمودار ہورہا تھا، جب انگریز کی سلطنت کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا، جب اسکولوں کے بچے اپنی درسی کتابیں اٹھایا کرتے تھے، ان میں جو موضوع خاص طور پر لکھا جاتا تھا اس کا عنوان "حکومت برطانیہ کی برکتیں" ہوتا تھا، جب خان صاحب اور خان بہادر قسم کے لوگ کسی انگریز سے مصافحہ کرلینے کے بعد ایسا محسوس کرتے تھے کہ مریخ سیارے کو ہاتھ لگا کر آئے ہیں تب سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا دل و دماغ روحِ آزادی کا امین تھا۔

اس دور میں قافلۂ آزادی و حریت کے جو نقیب میدان میں اترے تھے وہ ہمارے شاندار ماضی کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ مثلاً مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، جنھوں نے "زندگی کے قبرستان" میں سونے والی قوم کو آوازیں دی تھیں، اور زندگی کی تڑپ عطا کی تھی وہ سب بالآخر اس عظیم ملی قافلے کے یمین و یسار بن گئے تھے، جسے قائد اعظم محمد علی جناح اور حضرت علامہ اقبال نے منزل پاکستان کا راستہ دکھایا تھا۔

جو لوگ میرے زمانے میں لاہور میں زیر تعلیم تھے (خصوصاً اسلامیہ کالج میں) اور پھر کاروانِ پاکستان کے نقیب بن گئے تھے، کالج کے علاوہ ان کی دوسری بڑی درسگاہ موچی دروازہ تھا، جہاں ان بزرگوں کی تقریریں اس دور کے نوجوانوں میں تڑپ کو حوصلے میں بدل دیا کرتی تھیں اور میں آج بھی کوئی ساٹھ برس بعد جب اس ماضی کے متعلق سوچتا ہوں، جیسے ان بزرگوں نے آزادی کی تڑپ کا تحفہ دیا تھا، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ گزر چکی ہے "زندہ دلان لاہور" کا ایک انبوہ کثیر ساکت وجامد سٹیج کے گرد بیٹھا ہوا ہے اور وہ مرد قلندر سٹیج پر کھڑا کبھی قرآن پڑھتا ہے تو سننے والے محسوس کرتے ہیں کہ قدرت نے اسے لحن داودی عطا کردیا ہے، جب وہ رومی کے اشعار پڑھتا ہے تو فارسی زبان نہ سمجھے والے بھی اس کے انداز بیان سے مسحور ہوجاتے ہیں، اسی طرح جب وہ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی پر آتے ہیں تو رات کی خاموشی سے قہقہوں کا سیلاب امنڈ پڑتا ہے اور پھر دو تین گھنٹے بولنا ان کے لئے عام بات تھی اور سننے والوں کی کیا مجال کہ وہ تھک کر پہلو تک بدلنے کی کوشش بھی کریں۔

مجھے زندگی میں ایک بار شاہ جی کے ساتھ سفر کرنے اور بے تکلفی سے باتیں کرنے کا بھی اتفاق ہوا، میں بڑا

ہو کر بھی اپنے آپ کو ان کے سامنے بچہ سمجھتا تھا لیکن یہ ان کا کمال تھا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ اس کی عمر اور سمجھ کے مطابق بات کیا کرتے تھے۔

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ جب کہیں آزادی کے درس کی تشریح کی جائیگی تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا وہاں ذکر ضرور آئے گا۔ ایک سپاہی کی کامیابی اس کی فتوحات سے دیکھی جاسکتی ہے ایک معمار کی عظمت کا اندازہ اسکی عمارت کے حسن و جمال سے لگایا جاتا ہے لیکن جو لوگ آزادی کے قافلوں کے مقتدا اور پیشوا ہوتے ہیں ان کے متعلق صرف یہ لکھا جاسکتا ہے کہ جس رات میں انہوں نے اپنے سوئے ہوئے قافلوں کو آوازیں دی تھیں وہ کتنی تاریک اور بھیانک تھی اور کس پامردی اور حولہ مندی کے ساتھ انہوں نے وقت کی آندھیوں اور طوفانوں کے سامنے عزم و یقین کی مشعلوں کو روشن کئے رکھا تھا۔

آپ کے مُطالعہ کے لئے دینی، علمی، ادبی، تاریخی اور تحقیقی کتب

تاریخِ احرار : مفکرِ احرار چودھری افضل حق رح ———— 60 روپے

شعور : چودھری افضل حق رح ———— 35 روپے

میرا افسانہ : چودھری افضل حق رح ———— 110 روپے

مُقدّماتِ امیرِ شریعت : سید ابومعاویہ ابوذر بخاری ———— 40 روپے

حیاتِ امیرِ شریعت رح : جانباز مرزا ———— 100 روپے

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح و افکار
(نقیبِ ختمِ نبوت کا تاریخی اور یادگار نمبر) عام ایڈیشن 100 روپے، اعلیٰ ایڈیشن 150 روپے

مولانا گُل شیر شہید، سوانح و خدمات : محمد عمر فاروق ـ 150 روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔